اقبالؒ ہی کیوں؟

علامہ اقبال پاکستانی قوم اور ملتِ اسلامیہ کی موجودہ دور میں پہچان کی بنیاد اور اساس کی حیثیت رکھتے ہیں،اور یہی وہ اٹوٹ بندھن ہے جو نہ صرف قائم ہے بلکہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جاتا ہے۔ہمارے مشن اور کام اقبال سے کیوں عنوان ہے ۔ اس بات کو سمجھنا زیادہ مشکل نہیں۔ اقبال مشرق اور ہندوستان کے بحرادراک سے نکلنے والا وہ دُرِ خوش آب ہے جس نے اسلام کو دنیاکے تمام مسائل کا حل بتایا اور کی تعلیمات اور انسانیت پر مبنی اصولوں کو تمام انسانوں کے روحانی اور مادی مشکلات سے نجات کے کامیاب نسخے کے طور پر پیش کِیا۔آئیے اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ اقبال ہی کیوں؟

یہ ضروری ہے کہ فرد یا معاشرہ جس نظریے پر استوار ہو وہ اس کے اجزاء کے درمیان تناؤ کا باعث نہ بنے۔ہر معاشرہ ایک تہذیب اور تہذیب ایک نظریے کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے۔فرد اور معاشرے اپنی تہذیب اور ثقافت سے کٹ کراطمینان حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی طرح نیکی اور سچائی کا تصور بِلا امتیاز ہونا ضروری ہے جس کا محیط پوری انسانیت ہو۔مختلف معاشروں اور اقوام کے درمیان ، انسانیت پر مشتمل قوائد ہی ، دیرپا تعلقات کا باعث ہوتے ہیں۔ اقبال جنوبی ایشیا اور عالمِ اسلام کی اسلامی تہذیب کا نمائندہ ہی نہیں بلکہ یہ تہذیب اور ثقافت اپنے پورے مادی اور روحانی علوم کے ساتھ جس شخص کے قالب میں ڈھل گئی ہے وہ اقبالؒ ہے۔ اس لئے مشرق کی بیداری اور اسلام کے عالمگیر اصولوں کی اہمیت ، دونوں اگر کسی ایک شخص کی زار سے جُڑ گئے ہیں تو وہ اقبالؒ ہے۔

اقبالؒ مستقبل کی بساط پر سب سے اہم اور مؤثر کھلاڑی ہے۔ اب یہ بات کوئی ڈھکی چھپی حقیقت نہیں کہ مغرب اور اسلام کا تصادم جس کا آغاز ہو چکا ہے، آخری معرکۂ حق و باطل کی صورت میں مستقبل قریب میں ناگزیر ہے ۔اس اخلاقی تصادم میں مسلمانوںاور مشرق کی اصل طاقت اسلام کے علاوہ کچھ اور نہیں، اسلام کی اس مخفی قوّتِ عملی کو، عصرِ حاضر اور مستقبل قریب میں ،بروئے کار لانے والی سب سے اہم نظریاتی تفسیر اقبالؒ ہے اور اس تفسیرِ اسلام کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔

علامہ پچھلےکئی سو سال میں اسلام کے بحرِ توحید و رسالت میں سے نکلنے والا وہ سب سے قیمتی اور نایاب گوہر ہے، جس کی عالمی سیاست، معاشرت اور اخلاقیات کے وسیع حلقے میں اہمیت بڑھتی ہی گئی ہے اور اب وہ مشرق اور اسلام کے سب سے بڑے نمائندے کے طور پر تسلیم کِیا جا چکا ہے۔ اس لئے نوجوان نسل کی علامہ سے روشنائی اور شناسائی آج کے دور کا سب سے اہم تقاضا ہے۔

دنیا کے تیزی سے تبدیل ہوتے ہوئے حالات کے تقاضے اس بات کا عندیہ ہیں کہ علامہ ہی ان مشکل حالات میں مسلمان امت اور قوم کی امنگوں کا اظہار ہیں اور بلا شرکتِ غیر امتِ مسلمہ کے واحد نظریاتی رہنما ہیں جو نبی ﷺ کے دین کو اسی شان اور عزت کے ساتھ دنیا میں نافذ کرنا چاہتا ہے جیسا کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے سوچا اور کِیا۔ علامہ اردو اور فارسی بولنے والی اقوام میں اپنے آپ کو منوا چکے ہیں اب یہ پیغام نوجوانانِ عرب اور اہالیانِ مغرب مسلمانوں تک پہنچنا بھی ضروری ہے، اقبالؒ ہی وہ واحد شخصیت ہے جو اس وقت پوری امت میں اتحاد کا باعث بن سکتی ہے۔مغرب کا فلسفہ جو آج سے تقریباً چار سے پانچ سو سال اور تجزیاتی empiricism ، تجربیت rationalism میں مختلف شکلیں اختیار کرتا رہا اور ڈیکارٹ کی خود شناسی سے عقلیت کی ہوا میں Post structuralism جیسے شاندار ادوار کے بعد بدقسمتی سے ساختیات اور پسِ ساختیات یا Analytic philosophy بکھر کر رہ گیا ہے۔یہ فلسفہ بنیادی طور پر مغرب کو ہر مطلق حقیقت سے پرے لے جاتا رہا اور آہستہ آہستہ مغربی فلسفہ صرف

’انفرادی تجربے ‘اور ’ادارے کے سچ‘ کی حدودیت میں قید ہو کر رہ گیا۔ مغرب میں ہر طرح کی جارحانہ مادیت، روحانیت سے جدائی اور انسانیت کے عالمگیر اقدار سے روگردانی ،جسمانی لذتوں اور جنس پرستی کا جواب صرف اور صرف اقبالؒ ہے۔ اقبالؒ کائنات کی روحانیت کی سائنسی بنیادوں پر بحث کر کے دین اور سائنس کے درمیان بحث کو سمیٹ لیتا ہے۔ اس کے بعد زندگی ، شعور ، انسانی ارتقاء ،، کائنات کی دوہریت، مادے کی دوہریت اور کائنات، جنرل تھیوری آف ریلیٹیویٹی ، کوانٹم تھیوری اور کائنات کی اصلیت ، عقدۂ زمان و مکاں اور مبصر کا رشتہ سب کچھ دین اور سائنس میں یکجہتی کی مثال بن جاتا ہے۔

اقبال ہمارا ہی نہیں، پوری مشرق کا نمائندہ ہےجو مغرب کے بر روح فلسفے کا جواب اور انسانیت کا علمبردار ہے۔ اس کے ساتھ یہ حقیقت کہ اقبالؒ وہ سب سے بڑا شاعر ہے جو ایشیا کی زمیں نے ،پچھلے پانچ سو سال میں پیدا کِیا، اپنی جگہ مسلّم ہے۔اقبالؒ کا دلنشیں پیغام آج بھی دلوں میں دھڑکن کی طرح بسا ہے اوریہ بات کہ وہ اپنے اس آفاقی انداز میں لازوال اور جاوداں نظر آتا ہے اس کام کو اور بھی اہم بنا دیتی ہے کہ اسلام کے جاودانی پیغام کو اقبالؒ کی زبان میں پیش کِیا جائے۔ اقبال ، انسانی تاریخ میں ان چند گنتی کے شعراء میں سب سے ممتاز نظر آتا ہے جس نے اوطان کی حدوں کو توڑ کر اپنے نظریے کو لوگوں کے سینے میں بسا دِیا ہے۔ یہ حقیقت صاف عیاں ہے کہ زبان،اسلوب اور شاعری کی بہت سے محاسن میں ۔’’رفعتِ خیال‘‘ اس کا بنیادی اور سب سے اہم عنصر ہے۔ اس بات سے انکار ممکن ہی نہیں کہ دنیا کا کوئی بھی دوسرا شاعر ان محاسن کی متناسب نمائندگی ، میں اقبال کا ہم پلہ نہیں ہے۔عصرِ حاضر میں اقبالؒ دنیائے اسلام کی سب سے بڑی ضرورت ہے اور اس دور کا تقاضا بھی ہمارا ، اس خاکِ پاکستان کے فرزندگان کی حیثیت سے یہ فرض بھی ہے کہ ہم اقبالؒ کا آفاقی پیغام دنیا تک پہنچائیں۔ اقبالؒ کا شاعری کے متعلق میں جناب آل احمد سرورکے اس حقیقت پر مبنی بیان پر اکتفا کرتا ہوں کہ یہ اقبالؒ ہی کا فیضان تھا کہ جامُن والیوں کے نغمے گانے والےاور خود کو شاعرِ شباب کہنے والے شاعر جوش ملیح آبادی شاعرِانقلاب بن گئے اور جامن والیوں کی جگہ خاک اور خون اور انقلاب کے نغمہ سُرا ہو گئے۔میں اس میں اپنی طرف سے یہ بھی کہنے سے رک نہیں سکتا کہ اگر اقبالؒ نہ ہوتا تو ساحر لدھیانوی،فیض احمد فیض، احمد فراز اور حبیب جالب بھی نہ ہوتے۔

ہمیں جو کام درکار ہے وہ قوم کی تشکیل سازی ہے، اور یہ کام ’نظریۂ توحید اور ختمِ رسالت‘‘ کی سمجھ اور فہم و حکمت کے بغیر ممکن نہیں۔ اس قوم سازی میں اقبال وہ سب سے اہم شخصیت، پیغام اوربصیرت ہے جس کی ہمیں ضرورت ہے۔ یہی وہ کام ہے جو ہم پر خدا کی طرف سے فرض کی طرح عائد کِیا ہے۔ پاکستان کیا ہے اور پاکستانیت سے کیا مراد ہے ۔ ہمیں یہ بات کسی مغربی ایجنڈے کے ہرکارے سے نہیں سیکھنی، اس شخص سے سیکھنی ہے جس کی آنکھ میں خاکِ بطحا و نجف کا سرمہ ہے۔